شیخ الاسلام

مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری

تحریر: عبدالرشید عراقی ۔ سوہدرہ قسط نمبر ۱

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ۔ اللہ تعالی نے بیک وقت ان میں بہت سی خوبیاں جمع کرر کھی تھیں ۔ وہ مفسر بھی تھے اور عالم بھی ۔ متکلم بھی تھے اور معلم بھی ۔ مصنف بھی تھے اور نقاد بھی ، دانشور بھی تھے اور ادیب بھی، خطیب بھی تھے اور مقرر بھی ۔ صحافی بھی تھے اور سیاست دان بھی ۔ اور فن مناظرہ کے تو امام تھے ۔ عیسائی ،قادیانی، آریہ ،دیوبندی ، بریلوی، شیعہ ، اور اہل بدعت ان سے مناظرہ کرنے میں گھبراتے تھے ۔

مولانا ثناء اللہؒ وسیع العلم ،وسیع المعلومات ،اور وسیع المطالعہ ،فعال اور سرگرم مبلغ تھے ۔ مولانا نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ برصغیر میں ادیان باطلہ کی سرکوبی کی ۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری مشاہیر علماء میں سے تھے ۔ علم و فضل ، زہد و ورع ۔ تقوی وطہارت ، امانت و دیانت ، عدالت و ثقاہت ، راست بازی و حسن معاملگی کا نمونہ تھے ۔ فن تفسیر ہو یا فن حدیث ، فن منطق ہو یا فلسفہ ،فن ادب ہو یا تاریخ ،فن کلام ہو یا مناظرہ ،ہر فن میں امام کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔

ادیان باطلہ کی تردید میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں ۔ اور خاص کر قادیانیت کی تردید میں آپ نے جو تحریری اور تقریری خدمات سرانجام دیں ۔ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ۔ اور مرزا قادیانی سے آخری فیصلہ آپ کی خدمات جلیلہ کا ایک زندہ ثبوت ہے ۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اپنی تمام زندگی گوناگوں حیثیات سے ہٹ کر مذہب اہلحدیث کو بہت فائدہ پہنچایا ۔ اور اپنے اخبار اہلحدیث کے ذریعہ پورے برصغیر میں تحریک اہلحدیث کو روشناس کرایا ۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اپنی تصنیفات ، مضامین اور تحریروں سے تحریک اہلحدیث میں ایسی زبردست قوت اور

طاقت بھر دی کہ برصغیر کے بڑے بڑے مذاہب کے نظامات اس کی ٹکر سے ہل گئے۔

تصنیف و تالیف میں آپ برصغیر کے ان علمائے کرام میں شامل ہوتے ہیں۔ جن کی تصنیفات سو سے زائد ہیں۔ مولانا کی چھوٹی بڑی تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ کے قریب ہے۔ آپ نے جن موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

تفاسیر قرآن مجید۔ تردید عیسائیت۔ تردید آریہ سماج

تردید قادیانیت۔ تردید مقلدین احناف۔ تائید اہلحدیث

تنقیدی کتب، عامۃ المسلمین اور اسلامی کتب تاریخی و ادبی تصانیف

یوں تو مولانا ثناء اللہ مرحوم کی تمام تصانیف علم الہدیٰ کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا۔ اس میں تحقیق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آپ کی تصانیف علمائے کرام اور طلباء کے لیے مشعل راہ ہیں۔ تاہم آپ کی جو تصانیف درجہ اولیٰ رکھتی ہیں۔ وہ یہ ہیں:

تفسیر ثنائی (اردو) تفسیر القرآن بکلام الرحمان (عربی) تقابل ثلاثہ۔ جوابات نصاریٰ۔ اسلام اور مسیحیت۔ حق پرکاش۔ ترک اسلام۔ مقدس رسولؐ۔ الہامات مرزا۔ فاتح قادیان۔ تعلیمات مرزا۔ محمد قادیانی۔ علم کلام مرزا۔ حدیث نبوی اور تقلید شخصی۔ تقلید شخصی اور سلفی۔ اجتہاد و تقلید، تنقید تقلید، اہلحدیث کا مذہب۔ حجیت حدیث اور اتباع رسول۔ خاکساری تحریک اور اس کا بانی۔ خطاب بہ مودودی۔ شمع توحید۔ نور توحید۔ خلافت محمدیہ۔ اسلام اور برٹش لاء۔ خلافت و رسالت۔ سلطان ابن سعود، علی برادران اور مؤتمر۔ اسلامی تاریخ۔ تحریک وہابیت پر ایک نظر۔ ثنائی پاکٹ بک۔

خاندان

مولانا ثناء اللہ کشمیری پنڈتوں کے مشہور خانوادہ "منٹو" سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد شیخ خضر پشمینہ کے سوداگر تھے۔ انہوں نے ۱۸۶۰ء میں کشمیر سے ہجرت کر کے امرتسر میں آباد ہوئے۔

ولادت

مولانا ثناء اللہ ۱۲۸۷ھ / ۱۸۶۸ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ سات سال کے تھے کہ آپ

کے والد شیخ خضر نے انتقال کیا ۔ اور ۱۴ سال کے تھے والدہ بھی ساتھ چھوڑ گئیں ۔ اس لئے آپ کی پرورش آپ کے بڑے بھائی ابراھیم نے کی ۔

ابتدائی تعلیم اور حصول معاش

یتیمی کے مصائب سہنے کے ساتھ مولانا ثناء اللہ نے اپنی دنیا خود تعمیر کی ۔ سکول میں ابتدائی تعلیم کے بعد حصول معاش کے لئے رفوگری کا فن سیکھا ۔ اور ایک فرض شناش ہنرمند کی طرح چاک دامنوں کی چارہ سازی کرنے لگے ۔ اس دوران ایک بزرگ عالم دین آپ سے اپنا گرم چغہ مرمت کروانے آئے ۔ آپ نے بڑی خوبصورتی سے چغہ رفو کردیا ۔ دوران گفتگو مولانا ثناء اللہؒ نے بڑے معقول انداز میں جواب دیئے ۔ جس سے وہ عالم دین بہت متاثر ہوئے ۔ اور انہوں نے آپ سے فرمایا کہ کہیں پڑھتے ہو ؟ آپ نے نفی میں جواب دیا ۔ تو بزرگ عالم نے فرمایا ،

اللہ تعالی نے تمہیں گرانقدر صلاحیتوں سے نوازا ہے
تم میں ذہانت کا جوہر پوشیدہ ہے ۔ تمہیں علم دین حاصل
کرنا چاہیے ۔ ان شاء اللہ تم بڑے عالم بن جاؤ گے ۔

مولانا ثناء اللہ کے دل میں عالم دین کی بات اتر گئی اور آپ نے رفوگری کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے حصول کا آغاز کرویا ۔ گویا ہے عشق سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی

تحصیل علم

۱۴ سال کی عمر میں مولانا احمد اللہ امرتسریؒ سے تعلیم کا آغاز کیا ۔ حدیث و تفسیر مولانا حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادیؒ سے پڑھی ۔ وہاں سے دہلی پہنچے اور شیخ الکل فی الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلویؒ سے استفادہ کیا ۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے بھی حدیث کی سند حاصل کی ۔ اور حضرت مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا سے بھی فیض یاب ہوئے ۔ پھر کان پور جاکر مولانا احمد حسن سے بھی استفادہ کیا ۔

۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں آپ نے کان پور سے تکمیل تعلیم کی ۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنی تعلیم کے بارے میں لکھتے ہیں ،

دیوبند سے مدرسہ فیض عام کان پور گیا ۔ کیونکہ ان دنوں مولانا احمد حسن مرحوم کے منطقی درس کا شہرہ بہت زیادہ تھا ۔ اور مجھے بھی علم معقول و منقول سے خاص شغف تھا ۔ اس لئے میں مدرسہ فیض عام کانپور میں جاکر داخل ہوگیا ۔ کچھ شک نہیں مولانا مرحوم کا تبحر علمی واقعی قابل تعریف تھا ۔ وہاں جاکر کتب مقررہ میں شریک ہوا اور قند مکرر کا لطف پایا ۔ مولانا احمد حسن تھے تو بریلوی عقیدہ کے مگر طلباء کے حق میں کوئی تقید پسند نہ کرتے تھے ۔ انہی دنوں مولانا مرحوم کو حدیث پڑھانے کا تازہ تازہ شوق ہوا تھا ۔ میں ان کے درس حدیث میں شامل ہوا ۔ وہاں کی تعلیم حدیث کی تیسری قسم پائی ۔ غرض علم حدیث میں میں نے تین مختلف درس گاہوں سے فائدہ اٹھایا ۔ (۱) خالص اہلحدیث ۔ (۲) خالص حنفی ۔ (۳) بریلوی عقیدہ ۔ پنجاب میں مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم (اہلحدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے ۔ دیوبند میں مولانا محمود الحسن صاحب اور کان پور میں مولانا احمد حسن استاذ العلوم و الحدیث میرے شیخ الحدیث تھے ۔ اس لئے میں نے حدیث کا علم کل تینوں استاذوں سے الگ الگ طرز تعلیم کے ساتھ سیکھا ہر ایک کے پڑھانے کا انداز بالکل ایک دوسرے سے مختلف تھا ۔ (نور توحید ص ۴۱)

ندوۃ العلماء کا قیام

۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں مولانا شبلی نعمانی کی تحریک پر مولانا لطف اللہ علی گڑھی کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا ۔ مولانا ثناء اللہ اس جلسہ میں ایک بنیادی رکن کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے ۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے (حیات شبلی) میں لکھا ہے کہ جو علمائے کرام اس جلسہ میں شریک ہوئے تھے ان میں سب سے کم عمر رکن مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے ۔

تکمیل تعلیم کے بعد

۱۸۹۲ء میں تکمیل تعلیم کے بعد امرتسر واپس تشریف لائے اور مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں آپ نے تدریس کا آغاز کیا تھا ۔ آپ کا تقرر بحیثیت صدر مدرس کیا گیا ۔ اور آپ کو الجامع الصحیح البخاری پڑھانے پر مامور کیا گیا ۔ آپ اس سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ دور طالب علمی میں ہی علمی لیاقت کے بلند مقام پر فائز تھے ۔

مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں ۶ سال تک تدریسی خدمات سر انجام دینے کے بعد مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ میں بحیثیت صدر مدرس چلے گئے ۔ اور ۱۹۰۰ء تک آپ نے مالیر کوٹلہ میں تدریسی خدمات انجام دیں ۔ مالیر کوٹلہ میں آپ کی تدریسی مدت ۲ سال ہے ۔

حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم لکھتے ہیں کہ

۱۸۹۲ء میں فارغ التحصیل ہوکر مولانا ثناء اللہ امرتسر تشریف لائے ۔ اب وہ ایک رفوگر سے ایک جلیل القدر عالم بن چکے تھے ۔ امرتسر میں ان کے استاذ مولانا احمد اللہ نے انہیں مدرسہ تائید الاسلام میں مدرس مقرر کیا ۔ ان کی شہرت دور دور تک پہنچی ۔ اور ۱۸۹۸ء میں مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے ۔

(کاروان شوق ص ۲۲۶)

تبلیغ اسلام اور اس کا تحفظ و دفاع

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے جس دور میں اپنی دینی تعلیم مکمل کی ۔ اس دور میں تین گروہ ۔ آریہ ۔ عیسائی اور قادیانی اسلام کے خلاف یلغار کرنے میں مصروف تھے ۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم آغاز عمر ہی میں مختلف مذاہب اور مکاتب فکر کے عقائد و خیالات کی تحقیق و ریسرچ کا عمدہ ذوق رکھتے تھے ۔ چنانچہ آپ نے تدریسی خدمات سے علیحدگی اختیار کرلی ۔ اور ادیان باطلہ کے خلاف تحریری و تقریری جہاد کرنے کا عزم کیا۔ اس وقت اسلام کے خلاف تین دشمن پوری قوت کے ساتھ حملہ آور نظر آرہے تھے ۔

۱۔ آریہ ۔ جو ماضی قریب کی پیداوار تھے ۔ اور سرزمین ہند سے اسلام کا نام ونشان مٹا دینے کا عزم رکھتے تھے ۔

۲۔ عیسائی ۔ جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں مکمل سیاسی غلبہ حاصل کرلینے کے بعد اسلامی افکار و عقائد اور تمدن و ثقافت کے خلاف انتہائی جارحانہ رویہ اختیار کررکھا تھا ۔ ان کے پادری برصغیر میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک دندناتے پھرتے تھے اور ان کی تحریری و تقریری جارحیت سے مسلم قوم بلبلا رہی تھی

۳۔ قادیانی ۔ جو سلطنت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا تھے ۔ جس کا سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی تھا جس کے تازہ بتازہ دعوی مسیحیت سے اسلامی حلقوں میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔

ان تینوں گروہوں کے علاوہ شیعہ اور اہل بدعت بھی تھے ۔ جنہوں نے اسلام کے خلاف دفاعی مورچے قائم کیے ہوئے تھے اور ایک خانہ جنگی کی سی کیفیت پیدا کر رکھی تھی ۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے ان کے خلاف تحریری و تقریری جہاد کرنے کا عزم کیا ۔ اور زندگی بھر نہایت کامیابی سے ان کے ساتھ چومکھی لڑائی لڑتے رہے ۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں ۔

اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی ۔ اور قلم اٹھایا ان کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا ۔ اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کردی مرحوم اسلام کے بڑے مجاہد تھے ۔ زبان اور قلم سے جس نے بھی حملہ کیا اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ آپؒ ہی ہوتے ۔ (یاد رفتگاں ص ۴۱۸)

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی فرمایا کرتے تھے ۔ کہ میں نے کئی بار مولانا محمد ابراھیم میر سیالکوٹی کی زبان سے یہ سنا ۔ کہ

اگر رات کو کوئی فرقہ اسلام کے خلاف پیدا ہوجائے

تو صبح اس کا جواب مولانا ثناء اللہ دے سکتے ہیں (سیرت ثنائی)

حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم لکھتے ہیں ۔ کہ

۱۸۹۸ء میں وہ مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے ۔ دو سال بعد انہوں نے ملازمت کے بندھنوں سے آزاد ہوکر اپنے آپ کو تبلیغ دین کے لئے وقف کردیا ۔ امرتسر کو اپنا مرکز بنایا ۔ اور اطراف و اکناف میں تحریر و تقریر اور مناظرہ کے ذریعہ دین حق کی اشاعت میں مگن ہوگئے ۔ عیسائی پادریوں اور آریہ سماجیوں کی اسلام کے خلاف یلغار کے سامنے سینہ سپر ہوگئے ۔ مولانا ثناء اللہ کے مناظروں کی ہندوستان میں دھوم تھی ۔ اور اس میدان میں انہوں نے حریفوں پر ہمیشہ فتح پائی ۔ قادیانیوں سے بھی انہوں نے کامیاب مناظرے کئے ۔ جس کی وجہ سے انہیں "فاتح قادیاں" کا لقب دیا گیا تھا ۔ مولانا ثناء اللہ نے انجیل ۔ وید ۔ اور اپنشدوں کا مطالعہ بھی کیا تھا ۔ اور وہ ان کتابوں کے حوالے دے کر حریفوں کو لاجواب اور ششدر کردیتے تھے ۔ وہ مختصر تقریر کرتے اور دقیق سے دقیق مسئلے کو آسان زبان اور عام فہم انداز میں حل کرادیتے ۔ (کاروان شوق ص ۲۴)

مباحثات و مناظرات

تبلیغ حق اور ابطال باطل کی دوسری راہ مناظرے کی تھی ۔ اور مناظرہ کی طرف رحجان آپ کا ابتدائے عمر سے ہی تھا ۔ امرتسر اور وزیر آباد میں دوران تعلیم آپ عیسائی پادریوں کی تقاریر سنتے ۔ اور بعد میں ان پر اعتراض کیا کرتے تھے ۔ عوام آپ کی تقاریر دلچسپی سے سنتے ۔

مولانا ثناء اللہ نے اپنی زندگی میں آریہ سماجیوں ، عیسائیوں ، قادیانیوں ، شیعوں ، منکرین حدیث ، مقلدین احناف (دیوبندی ، بریلوی) سے تحریری ، تقریری سینکڑوں مناظرے کئے ۔ اور اس کی گواہی اہلحدیث امرتسر کی ۴۴ سال کی فائل دے سکتی ہے ۔ اگر ان مناظروں و مباحثوں کی مکمل تفصیل دی جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے ۔

مولانا ثناء اللہ مناظرہ اور حاضر جوابی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے ۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ مولانا ثناء اللہ مناظرہ کے امام تھے ۔

اور مولانا ظفر علیخان نے مولانا ثناء اللہ کے انتقال پر اخبار زمیندار لاہور میں لکھا تھا ۔

مولانا کی وفات حسرت آیات سے دنیا سے حاضر جوابی ختم ہوگئی ۔ (سیرت ثنائی ص ۱۲۹)

ذیل میں مولانا ثناء اللہ مرحوم کے آٹھ مناظروں کا ذکر کیا جاتا ہے جس چھ تحریری اور دو تقریری ہیں

مناظرہ نگینہ ضلع بجنور (تحریری)

یہ مناظرہ علمائے دیوبند کی تحریک پر ہوا تھا ۔ اس مناظرہ میں آپ کے استاذ مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا ، مولانا احمد حسن امروہی جیسے ممتاز اور جید علمائے کرام موجود تھے ۔ اہل اسلام کی طرف سے مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری اور آریہ کی طرف سے ماسٹر آتما رام ، پنڈت کریا رام اور لالہ وزیر چند ایڈیٹر اخبار آریہ مناظر تھے ۔

مناظرہ کا موضوع تھا " الہام کی تعریف اور وید الہامی کتاب ہے " اس مناظرے میں فریقین کی طرف سے ۲۲ پرچوں کا تبادلہ ہوا ۔ تیسرے دن پنڈت کریا رام اور لالہ وزیر چند نے راہ فرار اختیار کی اور پانچویں روز ماسٹر آتما رام بھی بھگوڑے ہوگئے ۔

حق کو فتح ہوئی اور باطل شکست کھاگیا ۔ حق کی فتح سے متاثر ہوکر گیارہ ہندوؤں نے اسلام

قبول کیا ۔ محمد عمر کرنپوری جو مرتد ہوکر آریہ ہوگئے تھے ۔ دوبارہ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے ۔ یہ مناظ کتابی شکل میں " الرکوب فی السفینۃ فی مباحثۃ النگینہ " کے نام سے شائع ہوا ۔ اور یہ مناظرہ ۵ جون ۱۹۰۴ء ۱۴ جون ۱۹۰۴ء تک جاری رہا ۔

مناظرہ الہ آباد (تحریری)

یہ تحریری مناظرہ مولانا ثناء اللہ اور پادری عبدالحق کے درمیان الہ آباد میں ہوا تھا ۔ مناظرہ کا موضوع تھا " ہم الوہیت مسیح کے قائل ہیں " اس مناظرہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ عیسائی مناظر منطقی اصطلاحات بیان کرتا تھا ۔ اور مولانا ثناء اللہ اس کی وضاحت طلب کرتے تھے ۔ جو پادری عبدالحق پیش نہ کرسکتا ۔ تو مولانا ثناء اللہ خود ہی ان منطقی اصطلاحات کی تصریح عام فہم پیرایہ میں بیان کرتے ۔ پھر اس کا جواب دیتے ۔ تعلیم یافتہ حضرات نے اس مناظرے کا بہت اثر لیا ۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس مناظرے میں پادری عبدالحق کو اتنا زچ کیا کہ اس نے تنگ آکر کہہ دیا ۔

"کون کم بخت الوہیت مسیح کا قائل ہے"

پادری صاحب کا اتنا کہنا تھا کہ عیسائیوں میں کھلبلی مچ گئی ۔ کہ پادری صاحب نے کیا کہہ دیا ہے ۔ اس پر مولانا مرحوم نے پادری صاحب کو خوب آڑے ہاتھوں لیا ۔ اور آخر یہ مناظرہ کامیابی سے اختتام پذیر ہوا ۔

یہ مناظرہ ۴ تا ۵ اگست ۱۹۳۵ء الہ آباد میں ہوا ۔ اور مناظرہ الہ آباد کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا ۔

مناظرہ واربرٹن ضلع شیخوپورہ (تقریری)

یہ مناظرہ علمائے شیعہ اور علمائے احناف (دیوبندی) کے درمیان طے پایا تھا ۔ مگر علمائے احناف نے مناظرہ کے لئے مولانا ثناء اللہ کو دعوت دی اور شیعہ کی جانب سے مولوی مرزا احمد علی لاهوری مناظر مقرر ہوئے ۔

موضوع مناظرہ مسئلہ خلافت ، مسئلہ تراویح اور غسل رجلین فی الوضوء تھا۔ شیعہ مناظر آپ کے سامنے آنے سے گریز کرتا رہا۔ اس نے سب سے پہلے یہ اعتراض کیا۔ کہ مناظرہ شیعہ اور اہل سنت (حنفی) کے درمیان ہے اور مولانا ثناء اللہ اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم اہلحدیث عالم سے مناظرہ نہیں کرسکتے۔

اس کے جواب میں مولانا ثناء اللہ نے فرمایا،

مولانا احمد علی صاحب۔ اہل سنت ایک مقسم ہے۔ جیسے "ہندوستانی" اس کے ماتحت مختلف صوبوں کے لوگ ہیں۔ مثلاً پنجابی۔ بنگالی۔ مدراسی وغیرہ۔ آپ کسی بنگالی کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہندوستانی نہیں اور نہ کسی مدراسی کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ انڈین نہیں۔ اسی طرح اہل سنت میں حنفی بھی، شافعی بھی، مالکی بھی اور اہل حدیث بھی شامل ہیں۔ چنانچہ علمائے احناف نے اس کی تائید کی اور مناظرہ شروع ہوا۔

مسئلہ خلافت کے ضمن میں مولانا ثناء اللہ نے شیعہ کتب سے حوالے دیئے اور ان کی تفسیر "مجمع البیان"، "طبری"، "اصول کلینی"، اور "نہج البلاغہ" سے حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت ثابت کی تو شیعہ مناظر اس کی تردید نہ کرسکا۔ مسئلہ تراویح میں شیعہ مناظر آپ کے طرزِ استدلال سے لاجواب ہوگیا۔ اور غسل رجلین فی الوضوء پر جب مولانا ثناء اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پاؤں دھونا شیعہ کتب سے ثابت کیا۔ تو شیعہ مناظر نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ جواب نہ دیا جائے۔ یہ مناظرہ بڑا معرکہ خیز تھا۔ کئی شیعہ اور حنفی حضرات نے مسلک اہلحدیث اختیار کیا۔

مناظرہ لدھیانہ (تحریری)

یہ مناظرہ مولانا ثناء اللہ مرحوم اور منشی قاسم علی کے مابین ہوا تھا۔ اس مناظرہ کا موضوع تھا "مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ"

مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد ابراھیم میر سیالکوٹی اور قادیانیوں کی طرف سے منشی فرزند علی ہیڈ کلرک فیروز پور منصف تھے۔ فریقین نے سرپنچ کے طور پر ایک دانشور سروار بچن سنگھ بی اے ایل ایل بی گورنمنٹ پلیڈر لدھیانہ کا انتخاب کیا۔

مناظرہ سے قبل قادیانیوں نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ اگر ہمیں اس مناظرہ میں شکست ہوئی تو

مبلغ / ۳۰۰ روپے مولانا ثناء اللہ کو بطور انعام دیں گے ۔ چنانچہ یہ رقم مولانا محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ کے پاس جمع کرادی گئی ۔

یہ مناظرہ ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء تا ۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء تک جاری رہا ۔ فریقین کے مسلمہ منصفوں کے فیصلہ میں اختلاف رہا ۔ تو سردار بچن سنگھ نے ایک طویل فیصلہ سے پہلے مختصر فیصلہ بھی لکھا ۔

۱۔ میری ناقص رائے میں حسب دعوی مرزا صاحب ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا ۔

۲۔ خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا ۔ کہ میں نے تمہاری دعا قبول کرلی ۔

سردار بچن سنگھ بی اے

۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء

سردار بچن سنگھ کا مفصل فیصلہ " فاتح قادیاں" میں ص ۴۴ تا ۵۷ درج ہے ۔ اس فیصلے میں سردار صاحب نے مباحثہ کے تمام پہلوؤں کا نہایت باریکی سے مفصل جائزہ لیتے ہوئے صاف اور صریح الفاظ میں مولانا ثناء اللہ کو فاتح قرار دیا ۔ بعد ازاں مبلغ / ۳۰۰ روپے کی انعامی رقم مولانا ثناء اللہ صاحب کے حوالے کردی گئی ۔ اور اس مناظرہ میں کامیابی کے بعد مولانا ثناء اللہ کا لقب " فاتح قادیاں " قرار پایا ۔ مولانا مرحوم نے اس انعامی رقم سے یہ مناظرہ کتابی شکل میں " فاتح قادیاں " کے نام سے شائع کیا اور مفت تقسیم کیا۔

مناظرہ وزیر آباد (تقریری)

یہ تقریری مناظرہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۲ء بروز اتوار وزیر آباد مولانا ثناء اللہ صاحب اور قادیانی مبلغ پروفیسر سلیم کے مابین ہوا تھا ۔

مناظرہ کا موضوع " صداقت مرزا" تھا ۔ پہلے قادیانی مناظر نے اپنی تقریر میں صداقت مرزا کے دفاع کی بھرپور کوشش کی لیکن مولانا ثناء اللہ مرحوم نے جوابی تقریر میں قادیانی مناظر کے تمام دلائل کاٹ کر رکھ دیئے ۔ آخر مناظرہ کا رخ اشتہار مرزا کی طرف پھیر دیا گیا اس پر مولانا ثناء اللہ مرحوم نے فرمایا :

مسیح موعود کی مدت قیام ۴۰ سال مرزا صاحب بتلاتے ہیں ۔ مگر خود ۱۸ سال بعد اس دنیا سے

کوچ کر گئے ۔ لہٰذا مرزا صاحب اپنے دعوی کے مطابق جھوٹے ٹھہرے ۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم کی ضرب اتنی سخت تھی کہ قادیانی مناظر بوکھلا گیا ۔ اثنائے مناظرہ میں مولانا ثناء اللہ حسب معمول اشعار بھی چست کرتے تھے ایک موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ وہ منتوں سے کہیں کہ چپ رہو خدا کے لئے

اس پر قادیانیوں نے اودھم مچا دی کہ یہ شعر مناسب نہیں اور اس معاملہ کو طول دیا مولانا ظفر علی خان مرحوم اس مناظرے میں موجود تھے اور اسٹیج پر تشریف فرما تھے ۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے سامعین سے مخاطب ہوکر فرمایا،

حضرات ! شور وغل کرنے کی ضرورت نہیں ۔ یہاں اسٹیج پر ہندوستان کے مشہور ادیب، شاعر، اور صحافی مولانا ظفر علی خان تشریف فرما ہیں ۔ جن کا ادب میں ایک خاص مقام ہے اور ہندوستان کے مشہور اہل علم وقلم اور ادیب مولانا ظفر علی خان کے علم و فضل کا اعتراف کرتے ہیں ان کو اس شعر کے بارے میں حکم تسلیم کرتے ہیں ۔ سب نے اس سے اتفاق کیا ۔

مولانا ظفر علی خان نے فرمایا ، مولانا ثناء اللہ نے جو شعر پڑھا ہے اس شعر میں کوئی ایک لفظ بھی فحش نہیں ۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ مولانا ثناء اللہ قیامت کے روز اللہ تعالی کے حضور یہ فریاد کریں گے ۔ کہ خداوند ! مرزا غلام احمد قادیانی سے پوچھ کہ اس نے مسلمانوں میں کیوں تفرقہ پیدا کردیا اور مرزا صاحب وہاں مولانا ثناء اللہ کی منت کریں گے ۔ کہ مولانا خدا کے لئے چپ رہو ۔ دنیا میں بھی میرا پیچھا نہ چھوڑا ۔ وہاں ذلیل و رسوا کیا ۔ اور اب یہاں بھی ذلیل و رسوا کر رہے ہو ۔ اس تشریح نے مجمع میں سرور و ولولہ پیدا کردیا ۔

قادیانی مناظر چونکہ نوعمر تھا ۔ اس لیے مولانا ثناء اللہ اس پہلو پر بھی ایک شعر چست کئے بغیر نہ رہ سکے ۔ فرمایا،

کچھ جوانی ہے ابھی کچھ ہے لڑکپن ان کا دو جفا کاروں کے قبضہ میں ہے جوبن ان کا

اس شعر کا طرفین پر جو اثر پڑسکتا تھا ۔ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ۔ یہ مناظرہ بڑا اثر انگیز تھا ۔

مولوی ابوالمحمود ہدایت اللہ سوہدری مرحوم نے اس مناظرہ کے بارے میں لکھا ۔

"ہمارا یقین ہے کہ اس قسم کے دو تین مناظرے مختلف مقامات پر ہوجائیں ۔ تو پنجاب سے

قادیانیت کا بیج اکھڑ جائے" (اہل حدیث امرتسر مئی ۱۹۳۲ء)

منکرین حدیث سے مناظرہ

مولانا ثناء اللہ اور مولوی احمد دین امرتسری (منکر حدیث) کے مابین ۱۹۲۹ء میں امرتسر میں "حدیث نبوی حجت شرعی ہے اور اتباع رسول ہی سے نجات ہے" کے موضوع پر ہوا تھا ۔ مولوی احمد دین مولانا ثناء اللہ کے دلائل کا تسلی بخش جواب نہ دے سکا ۔ اور آخر انہوں نے خاموشی اختیار کی ۔ اس تحریری مناظرہ کی روئیداد مولانا ثناء اللہ مرحوم نے "حجیت حدیث اور اتباع رسول" کے نام سے کتابی شکل میں شائع کی ۔

مقلدین احناف سے مناظرہ

مناظرہ سوہدرہ ضلع گوجرانولہ (تحریری)

۲۸ مارچ تا ۲۹ مارچ ۱۹۳۲ء فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر مولانا ثناء اللہ مرحوم اور مولوی سید اور شاہ (دیوبندی) کے مابین حویلی ملک غلام محمد عراقی مرحوم میں ہوا تھا ۔ دوران مناظرہ سید نور شاہ کی طرف سے ایک سوال کا جواب آیا ۔ تو آپ نے برجستہ فرمایا:

- قاصد کے آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھوں　　　میں جانتا ہوں وہ کیا لکھیں گے جواب میں

اس شعر سے سید نور شاہ بوکھلا گئے اور راہ فرار اختیار کی ۔ اس مناظرہ کے اثر سے مولوی سردار محمد بریلوی ساکن پنڈوریاں نے مع اپنے رفقاء کے مسلک اہلحدیث اختیار کیا ۔ یہ یقیناً اہلحدیث کی بہت بڑی کامیابی تھی ۔

تقلید کے موضوع پر ایک تحریری مناظرہ

مولانا ثناء اللہ مرحوم اور مولانا سید مرتضی حسن دیوبندی کے مابین مسئلہ تقلید کے عنوان سے ایک تحریری مناظرہ ۱۹۲۷ء میں ہوا تھا ۔

مولانا ثناء اللہ اپنے اخبار اہلحدیث امرتسر میں جواب دیتے اور مولانا مرتضیٰ حسن کا جواب اخبار العدل گوجرانولہ میں شائع ہوتا ۔ اخبار العدل گوجرانولہ سے مولانا عبدالعزیز دیوبندی صاحب نبراس الساری الی اطراف البخاری کی ادارت میں شائع ہوتا تھا ۔

یہ تحریری مناظرہ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے "تنقید تقلید" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۶۷ ہے ۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم کہتے ہیں ،

"آج کتب علمیہ اور کتب اصول ،کتب فقہ ،کتب کلامیہ ، بلکہ کتب صرف و نحو میں بعض ایسے الفاظ پر مشتمل ہیں ۔ جن پر سارے علوم کی بنا ہے ۔ حالانکہ وہ الفاظ ان معانی کے ماتحت نہ لغت میں ملتے ہیں نہ قرآن و حدیث میں ۔ مثلاً علم نحو میں کلمہ اسم ، فعل ،حرف وغیرہ کی تعریفات یا علم اصول میں عام و خاص وغیرہ کی تعریفات ، کسی آیت یا حدیث میں نہیں ملتی ۔ بلکہ یہ سب الفاظ علمائے فن کی اصطلاحات ہیں ۔ اس سے انہی کی تصریحات سے ان کا ثبوت دیا جاتا ہے اسی قسم سے لفظ "تقلید" ہے ۔ جو اصطلاحی معانی کی حیثیت سے نہ قرآنی لفظ ہے نہ حدیث میں ــــ بلکہ علم اصول فقہ کی اصطلاح ہے لہذا اس کی تعریف اور اس کے معنی علماء اصول فقہ ہی کے لفظوں میں بتائے جائیں گے ۔ جیسے اسم ، فعل اور ،حرف ، وغیرہ کی تعریفات علم نحو کی کتب سے کی جاتی ہے ۔ نہ کہ قرآن و حدیث یا اقوال سلف سے ایسے امور کا ثبوت قرآن و حدیث سے طلب کرنے کا نام ناواقفی رکھا جائے ۔ یا کچھ اور رکھا جائے ۔ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے ۔ اگر گویم زبان سوزد (تنقید تقلید ص ۷)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا ثناء اللہ مرحوم کی تصانیف کی تعداد ۱۵۰ کے قریب ہے اور جو کتابیں علم الہدیٰ کا درجہ رکھتی ہیں ۔ ان کی فہرست آپ پڑھ آئے ہیں ۔ ذیل میں آپ کی چند کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے اس سے آپ اندازہ لگاسکیں گے ۔ کہ مولانا ثناء اللہ کا علمی مقام اور مرتبہ کیا تھا ۔

۱۔ تفسیر ثنائی (اردو)

یہ تفسیر ۸ جلدوں میں ہے اور یہ تفسیر خاص اہمیت کی حامل ہے اس کا ترجمہ بامحاورہ اور عام

فہم ہے۔ الفاظ قرآن کی نہایت عمدہ اسلوب سے تشریح کی گئی ہے۔ اور آیات قرآن کا آپس میں باہم ربط واضح کیا گیا ہے۔ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا عقلی و نقلی دلائل سے جواب دیا گیا ہے۔

تفسیر کے شروع میں ایک مقدمہ ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت بھی مختلف مذاہب کی کتابوں سے دیا گیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ نے اس تفسیر میں طوالت کی بجائے اختصار کو اختیار کیا ہے مولانا مرحوم لکھتے ہیں۔ میں نے یہ تفسیر اس لئے لکھی ہے کہ اردو تفاسیر اس سے پہلے کسی قدر طویل ہیں۔ ان سے لوگ مستفید نہیں ہوسکتے۔ اس لیے ایک مختصر تفسیر لکھ دی جائے۔ تاکہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں۔

(تفسیر ثنائی ج ۱ ص ۳)

۲۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمان (عربی)

مولانا ثناء اللہ نے اس تفسیر کی تفسیر قرآن مجید کی آیات اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے۔ یہ غالباً اسلام کی پہلی تفسیر ہے جو اس اصول پر استوار کی گئی ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔ حالانکہ یہ اصول " القرآن یفسر بعضه بعضاً " نظری حیثیت سے علمائے کرام میں مدتوں سے مسلم ہے۔ مگر تحریری صورت میں یہ انداز کسی نے اختیار نہیں کیا۔ یہ تفسیر بہت سی خصوصیات کی حامل ہے۔ اس میں تفسیر جلالین کی طرح اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ آیت کی شان نزول بیان کرنے میں انہیں واقعات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ جو صحیح اسناد سے مروی ہیں۔ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔
جاری ہے

بقیہ کلمۃ الحرمین

فیصلہ بھی ہوگا ــــ اور دلائل بھی اخبارات میں شائع ہوں گے ــــ ورلڈ میڈیا میں بات چلے گی ــــ کون ہے جو شرک حامی ہے ــــ جو آئے گا ننگا ہو جائے گا ــــ خدا کے غضب کا شکار ہوگا ــــ کفر و شرک نے بالآخر مٹنا ہے۔ شرک سے خالی ہو کر یہ سرزمین پاک، اللہ کی رحمتوں کا مرکز بن جائے گی۔ خوشحالی ہوگی۔ زمین سونا اگلے گی۔ تیل اور گیس کے خزانے بڑھیں گے ــــ اور میاں صاحب کی حکومت دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گی۔ حکومت اور عوام کو اور کیا چاہیے؟ اور ہم ہی ہیں مسلم لیگ کے مخلص ساتھی ــــ جو اس کے لیے اللہ کی رضا کے طلبگار ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★